آج ہمیں ایسے احمدیوں کی ضرورت ہے جو زمانے کی روش بدل دیں، موت سے زندگی نکال کر دکھائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 / اگست 1997ء بمقام نن سپیٹ۔ ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

الحمدللہ کہ میرا مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی کا سفر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر پہلو سے کامیاب رہا۔ بہت سے تجارب مجھے ہوئے، بہت سے تجارب جماعت کو ہوئے اور کثرت سے ایسے دوست جن کو احمدیت کے متعلق کوئی معمولی تعارف بھی نہیں تھا، یعنی تھا تو ایسا کہ نہ ہونے کے برابر، ان سے بھی رابطے ہوئے ان کے ذریعے نئی قوموں میں داخلے کے سامان ہوئے۔ مثلاً چیچنیا روس کا (USSR) کا ایک ایسا حصہ ہے جہاں کے مسلمان بہت ملی غیرت رکھتے ہیں اور ہمیشہ سے ان کا یہی طریق چلا آیا ہے کہ کسی بھی حکومت میں اسلام کے خلاف قدروں کو برداشت نہیں کرتے اور آزادی کا رجحان پایا جاتا ہے۔ بہت بہادر قوم ہے، غیر معمولی قربانیاں دینے والے لوگ ہیں ملت اسلامیہ سے محبت تو ہے لیکن بدقسمتی سے اسلام کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور یہی بدقسمتی بہت سی ہم نے بوسنیا میں بھی دیکھی اور البانین لوگوں میں بھی پائی گئی کہ اکثر اسلام کی محبت ملت کی حد تک رکھتے ہیں جسے نیشنل ازم کہتے ہیں، اسلام ایک نیشنلزم کہہ سکتے ہیں۔ مگر دین کی محبت اور اس کے مطابق اپنی قدروں کو ڈھالنا اور تبدیلیاں پیدا کرنا اس کی طرف ان کے خوجوں اور ان کے مذہبی راہنماؤں نے کبھی ان کو توجہ ہی نہ دلائی۔ اس بناء پر میں سمجھتا ہوں میرے اس سفر کو خاص اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ ان

نئی قوموں کو مذہب کی حقیقت بتانے کا موقع ملا اوران کی طرف سے جو ردعمل تھا وہ بہت غیر معمولی طور پر مخلصانہ رہا۔ چیچنین سے گفتگو کے دوران شروع میں تو وہ لوگ وہی پرانے رسم ورواج کو ہی مذہب سمجھے بیٹھے تھے اور رفتہ رفتہ جب بات آگے بڑھتی گئی تو حیرت انگیز طور پر انہوں نے اپنے اندر تبدیلیاں شروع کیں اوران کو یہ یقین ہو گیا کہ اسلام کے جس نام پر ان کو بعض رسمیں سکھائی گئی ہیں وہ اسلام کی حقیقت نہیں ہے۔ چنانچہ مجھ سے پھر ایسے سوال شروع کر دئے جس کے نتیجے میں صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اب ان کو اسلام مذہب میں دلچسپی ہے، اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرنے میں دلچسپی ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ایک ایسا چھوٹا سا گروہ وہاں پیچھے چھوڑ کے آیا ہوں جن کے آگے چیچنیا میں رابطے ہوں گے اور امید رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ایک نئی قوم کی طرف ہمارا تبلیغ کا دروازہ کھل جائے گا۔

تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ بہت مفید اور کارآمد سفر رہا۔ بوسنین میں بھی اگر چہ پہلے احمدیت داخل تو تھی مگر اجنبیت سی بھی پائی جاتی تھی۔ اس دفعہ جو بوسنینز ملے ہیں ان میں بہت نمایاں تبدیلی ہے ان میں بعض کی تو فدائیت کا یہ عالم تھا کہ پاکستان کے پیدا ہونے والے مخلصین بھی ان سے لگا نہیں کھا سکتے۔ وہ اپنے عشق میں، محبت میں اللہ کے فضل کے ساتھ اب بہت بڑھ رہے ہیں تو یہ سارے امور ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر اگر چہ اپنی ذات میں بہت سی مشکلات بھی رکھتا ہے، کئی ذہنی اور عملاً بوجھ پڑتے ہیں انسان کے اوپر مگر جماعت کی بقاء کے لئے ہے ضروری۔

پھر خاندانی طور پر جو لوگوں کو ملنے کا موقع ملا ہے بڑے چھوٹے، عورتیں مرد اس کا ایک اپنا سا فائدہ ہے ان کو قریب سے دیکھ کر ان کی اخلاقی حالت کا علم ہو جاتا ہے جو دور بیٹھے دکھائی نہیں دے سکتیں۔ قریب سے دیکھو، ان سے ملو تو ان کی حرکتوں کے اوپر خواہ مجھے تبصرہ نہ بھی کرنا ہو اخلاق کی وجہ سے، مگر حرکتیں دکھا دیتی ہیں کہ ہم کیا ہیں، ہمیں کس طرح پروان چڑھایا گیا۔ کیا کیا بد عادات ہماری جو ہم پاکستان سے لے کے چلے تھے ابھی تک موجود ہیں اور کن پہلوؤں سے ہمیں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ ساری باتیں از خود دل پہ منعکس ہوتی ہیں، پوچھنا نہیں پڑتا اور پھر اس دوران چھوٹی چھوٹی باتوں کے ذریعے ان کو توجہ دلانی پڑتی ہے اور عموماً میں نے دیکھا ہے کہ بچے خصوصیت کے ساتھ اور جوان بچیاں بھی جلد اثر قبول کرتی ہیں اور اس پہلو سے بھی یہ دورہ انشاء اللہ میں امید رکھتا ہوں کہ ایسے باقی پاکیزہ اثرات چھوڑے گا کہ جو آگے ان کے کام آئیں گے اور اس دورے میں جو

دلوں میں تحریک پیدا ہوئی ہے وہ انشاء اللہ آگے بڑھے گی۔

اس دورے کے آخری حصے میں مجھے بیلجیئم بھی جانا ہے لیکن اس سے پہلے میں ہالینڈ کا ذکر کرتا ہوں جہاں سے یہ خطبہ دے رہا ہوں۔اس دفعہ ہالینڈ کی جماعت کے لئے شاید یہ شکوے کا موقع ہو کہ ان کو کھلے طور پر یہاں آنے کی اجازت نہیں تھی یعنی دعوت نہیں دی گئی تھی۔سمجھایا گیا تھا کہ یہ دورہ، ہالینڈ کا دورہ خالصۃً اردو کلاس کی دیکھ بھال کے لئے ہے اور اس معاملے میں جن ہالینڈ کے کارکنوں اور کارکنات کو معین طور پر کہا جائے صرف وہی خدمت کریں ورنہ اس سے پہلے تو جماعت کو کسی بلاوے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ہمیشہ جب بھی میں آتا تھا مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد یہاں اکٹھے بیٹھتے تھے اور سوال و جواب کی مجالس چلتی تھیں اور آنا جانا ایک ہجوم سا چلا رہتا تھا ایک تانتا بندھا رہتا تھا ہر خاندان کا یا اکثر ان کا جو ملنے کی خواہش رکھتے ہوں اور آ بھی سکتے ہوں۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو آ نہیں سکتے تھے کیونکہ قوانین کی مجبوریاں ہیں اب بھی ایسے ہوں گے مگر یہ سفر بالکل مختلف نوعیت کا تھا۔ چنانچہ اکثر مانوس چہرے اور خاندان، ان کے بچے وہ اس دفعہ اس احترام میں یہاں نہیں تشریف لائے کہ ہمارے اردو کلاس کے لئے جو پروگرام ہیں ان میں مخل نہ ہوں اور یہ ان کی قربانی تھی لیکن جنہوں نے اردو کلاس میں یعنی اردو کلاس کو یہاں کامیاب بنانے میں حصہ لیا ہے ان کی اور بھی بڑی قربانی ہے کیونکہ تعداد میں اگرچہ بہت زیادہ نہیں تھے مگر دن رات محنت کی ہے۔ امیر صاحب، ان کی بیگم، صدر خدام الاحمدیہ، ان کی بیگم، لجنہ اماء اللہ کی صدر اور حمید صاحب اور ان کی بیگم، یہ تو چند نام ہیں جو میں لے رہا ہوں ورنہ بہت سے نام ایسے ہیں جن کو لئے بغیر میرا ذہن شناخت کرتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ انہوں نے بہت زیادہ محنت کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزاء دے۔ جہاں تک ان کی محنت کا تعلق ہے اس کی جزاء تو خدا ہی دے سکتا ہے مگر جہاں تک اردو کلاس کا ان لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا اور پھرنا ہے یہ بھی خود ان کی محنت کی ایک جزاء تھی اور جتنے کارکن تھے ان میں سے ہر ایک خوشی محسوس کر رہا تھا کہ ہمیں موقع ملا اور ہمارے بچوں کو اس کلاس میں شامل ہونے کا موقع ملا اور یہ نن سپیٹ کا علاقہ سارا اردو کلاس کے نتیجے میں یوں لگتا تھا جیسے ایک غیر معمولی تقریب منائی جارہی ہے۔ سارا شہر ان بچوں اور بڑی بڑی لڑکیوں کو برقعہ پہنے سائیکل چلاتے دیکھ رہا تھا اور غیر معمولی طور پر وہ دلچسپی لیتے رہے اور اثر قبول کرتے رہے جن کی بعض اطلاعات تو معین ہمیں

مل گئیں مگر بعض اطلاعات تاثرات کے طور پر چہروں پہ دکھائی دیتی ہیں مگر لفظوں میں نہیں ڈھالی جاسکتیں۔ مگر جنہوں نے بھی اپنا تبصرہ کیا ہے وہ غیر معمولی طور پر محبت کا تبصرہ کیا ہے یہاں تک کہ بس کے ڈرائیور صاحب جو ساتھ لے کے آئے تھے انہوں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ کوئی ایسا گروہ دیکھا ہے جو اس طرح بس کے اندر بھی اور باہر بھی اللہ کا نام بلند کرتا رہے لآ اِلٰــہ کے نغمے پڑھتا رہے اور ان کی طرز عمل، ان کے اخلاق دیکھ کر بعض ہمارے سفر کرنے والوں سے انہوں نے بہت محبت سے ذکر کیا ہے کہ میں غیر معمولی طور پر متاثر ہوں۔

یہ دراصل اخلاق ہی کا کھیل ہے۔ ان کے اخلاق نے آپ کو متاثر کیا، آپ کے اخلاق نے ان کو متاثر کیا اور دونوں ایک دوسرے کے لئے سہارا بنتے ہیں۔ خُلق، خُلق کو ایک حوصلہ دلاتا ہے اور بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ جیسے قصاب کی چھریاں جب آپس میں چلتی ہیں تو تیز ہوتی ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ انسان کے اخلاق بھی ایک دوسرے سے مل کر کند نہیں ہوتے بلکہ تیز ہوتے ہیں اور بہت سی باتیں انسان سیکھتا ہے، بہت سی باتیں سکھاتا ہے۔ اگرچہ سب اردو کلاس پوری طرح یہاں نہیں آسکی مگر جتنی بھی آئی انہوں نے ہالینڈ کی بہت سی پیاری، باقی رہنے والی یادیں جمع کر لی ہیں اور اکثر نے یہ کہا ہے کہ ہم ساری زندگی یہ سفر نہیں بھولیں گے۔

خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہاں کی وادیاں لآ اِلٰــہ اِلَّا اللّٰــہ سے گونجتی رہیں۔ ان کے نغمات کا ہمیشہ خلاصہ یہی لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ہی رہا اور جب بھی کوئی دوسرے نغمے بھی سناتے تو آخر اسی پہ تان ٹوٹتی تھی۔ مختلف زبانوں میں، مختلف لَے پہ، مختلف انداز میں یہ سارا علاقہ لآ اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ سے گونجتا رہا جو معنی خیز تھا، محض نغمہ نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والا توحید کا ایک اعلان تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس اعلان کو اب صرف نغمات میں نہیں بلکہ عمل کی صورت میں ڈھالنے کے لئے ہالینڈ کی جماعت پر ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہالینڈ کی جماعت نے جو نغمے سنے ہیں ان نغموں کو ہالینڈ کے لوگوں کے خون میں رسانے بسانے کی ضرورت ہے تا کہ ان کی رگوں میں، ان کی خون کی گردش میں لآ اِلٰــہ الاّ اللّٰہ کا ورد شروع ہو جائے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف بلانا مشکل نہیں ہے۔

مختلف سوال و جواب کی مجالس میں میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی توحید کی بات کی جائے تو مشرکین بھی سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ بعض مجالس میں بڑے بڑے عیسائی پادری بھی آئے ہوئے تھے

یعنی بڑے بڑے سے مراد یہ ہے کہ اپنے ذہن میں یہ تاثر لے کر کہ ہم اپنے مؤقف پر سخت ہیں اور اس مؤقف کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، یہ خیال رکھتے ہوئے آئے کہ وہ خود بھی توحید کے علمبردار ہیں حالانکہ عیسائیت کی موجودہ شکل میں توحید کا کچھ بھی باقی نہیں رہا لیکن سوال و جواب کی مجالس میں جب اسلام کی توحید کا پرچار ہوتا رہا ہے تو ان کی زبانیں گنگ تھیں، ان کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں رہا۔ تو اس لئے میں تجربے سے آپ کو بتا رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ توحید پر زور دیں اور یہ زمانہ ہی توحید پر زور دینے کا ہے اور توحید الٰہی کو اپنے اخلاق میں جاری کریں تو پھر یہ کلام پُر اثر ہوگا۔ اگر اخلاق میں توحید نہ ہو، اگر دل بٹے ہوئے ہوں جماعتوں کے، اگر ان کے قول اور فعل میں ایک توحید کا رنگ نہ جما ہوا ہو، جو کہیں وہی کرتے بھی ہوں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر توحید کا کلام اور توحید کی دعوت دینا ایک قسم کا ایک بے کار مشغلہ ہو جائے گا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب لوگ میرے گزشتہ خطبات میں چونکہ ہمیشہ اسی پر زور رہا ہے اس مضمون کو تو یقیناً سمجھ چکے ہوں گے اور اب اس مضمون کو اپنی ذات میں جاری کرنے کا وقت ہے۔

اور اس پہلو سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ ایسے ملفوظات یا تحریرات ہیں جن میں جماعت کو توبہ کی حقیقت اور خدائے واحد و یگانہ کی طرف لوٹنے کی حقیقت کا ایسے عارفانہ رنگ میں بیان ہے کہ انسان توحید کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے، خدا کے خوف کو سمجھنے کے لئے بیعت کے ذریعے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے لئے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کلمات کا محتاج ہے۔ ان کلمات کے بغیر جو ایک عارف باللہ کا کلام ہے حقیقت میں ان مضامین کو ہم گہرائی میں نہیں سمجھ سکتے۔ نام میں تو سمجھتے ہیں مگر اس نام کے پیچھے کیا چیزیں پوشیدہ ہیں، کیا حکمتیں ہیں، ان باتوں کو سمجھنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اب میں براہ راست حضرت اقدسؑ کا کلام آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ بہت سی ایسی باتیں جو ہم سرسری نظر سے دیکھتے ہیں لیکن ان کو آپؑ نے بہت گہرائی کی نظر سے دیکھا ہے اور ایسے سادہ لفظوں میں ان کو بیان فرمایا ہے کہ کوئی احمدی جو خواہ علم کی کسی سطح پر ہو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹھہر کر پوری توجہ کے ساتھ ان تحریرات کو بار بار پڑھے اور ان کے مضمون میں اترنے کی کوشش کرے۔

اس موقع پر حضور نے لاؤڈ سپیکر کے نظام میں خرابی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

(یہ جولاؤڈ سپیکر ہے اس میں ذرا سا میں منہ پھیروں تو آواز ختم ہو جاتی ہے ایسا رکھنا چاہئے کہ جب آدمی کسی طرف منہ کرتا ہے کبھی ادھر منہ کرتا ہے تو آواز کے لیول میں، جس حد تک وہ آواز مناسب ہے اس میں کمی نہ آئے۔ نہ ضرورت سے زیادہ اونچی ہو۔ ورنہ وڈیوز میں جب ہم دنیا کو دکھاتے ہیں تو دیکھنے والوں کو بہت عجیب لگتا ہے کبھی اونچی آواز ہوگئی، کبھی نیچی آواز ہوگئی۔ اب یا تو میں بالکل سامنے یہیں بولتا رہوں اور یا عادت کے مطابق جب حرکت کروں تو پھر یہ آواز ڈوب جائے گی۔ بہرحال میں کوشش کرتا ہوں کہ جس حد تک بھی ممکن ہو آپ تک میں اس کلام کو صاف، کھلے لفظوں میں پہنچا سکوں۔) فرماتے ہیں:

”دیکھو! یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو کہ میں گناہ سے پرہیز کروں گا یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف ان کی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے“ (آپ چاہتے ہوں گے، اکثر احمدی چاہتے ہیں کہ ہمیشہ بیعت میں شامل ہو جائیں یہ تکرار ہے۔ فرماتے ہیں) بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا تعالیٰ کا خوف ہو۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے تو وہی برے خیالات اور حالات رہے تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے۔۔۔“

قرآن کریم میں بار بار انبیاءؑ کے متعلق بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا، بَشِيْرًا اور نَذِيْرًا کے القاب آتے ہیں ان کا عام انسان مطلب غالباً نہیں سمجھتا۔ وہ بشیر کی حد تک تو سمجھتا ہے، نذیر سمجھتے ہیں کہ وہ غیروں کے لئے ہیں یعنی دوسری قوموں کو ڈرانے کے لئے۔ یہ غلط فہمی ہے جو آپ کے دل سے دور ہونی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ بشیر بھی تھے اور نذیر بھی اور دونوں کے لئے۔ جو آپ کو ماننے والے تھے ان کے لئے بھی آپؐ بشیر تھے اور نذیر بھی ساتھ ہی تھے۔ جو غیر قومیں تھیں ان کے لئے بھی آپؐ بشیر تھے اور نذیر بھی ساتھ ہی تھے۔ تو عموماً میں نے دیکھا ہے کہ مومن سمجھتے ہیں کہ ہم چونکہ مان گئے ہمارے لئے صرف بشیر ہیں اور جو نہ ماننے والے ہیں ان کے لئے نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے۔ یہ بالکل غلط تاثر ہے اور اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہ کی پرورش ہوتی ہے، گناہ کو حوصلہ ملتا ہے اور انسان

سمجھ نہیں سکتا کہ گناہ کے مٹانے کے لئے محض بشیر نہیں بلکہ نذیر کی بشیر سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی کو خدا تعالیٰ کا خوف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ’’یقیناً مان لو کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے‘‘۔

یہ خوف الٰہی انبیاءؑ دلاتے ہیں۔انبیاءؑ اگر خوف کی حقیقت سے آپ کو آگاہ نہ کریں تو آپ کو خوف الٰہی کی حقیقت کا علم نہیں ہوسکتا۔

> ’’اگر یہ نہیں ہے تو ہرگز ممکن نہیں کہ انسان ان سب گناہوں سے بچ سکے جو کہ اسے مصری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں‘‘۔

ایک مصری کی ڈلی پہ جس طرح چیونٹیاں چمٹی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح آپؑ نے فرمایا کہ انسان کے ساتھ گناہ چمٹے ہوئے ہیں کیونکہ انسان ان گناہوں کو مٹھاس مہیا کرتا ہے،ان کی پرورش کے لئے اپنے خون جگر کو ان کے چاٹنے کا موقع دیتا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتو گناہ خود بخود جھڑ جائیں گے۔اگر میٹھے کی ڈلی مٹھاس چھوڑ دے تو چیونٹیاں خود بخود اس کو چھوڑ کے چلی جائیں گی۔

تو اس بات میں گہری حکمت یہ ہے کہ انسان خود گناہوں کی پرورش کرتا ہے اور گناہوں کے لئے لذت کے سامان پیدا کرتا ہے۔بظاہر انسان اپنے لئے لذت چاہ رہا ہے مگر حقیقت میں وہ لذت گناہوں کو پہنچتی ہے اور اگر گناہوں کو لذت یابی کے سامان مہیا نہ ہوں تو گناہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے ان کو کوئی بھی فائدہ آپ کے ساتھ رہنے میں نہیں رہے گا۔

> ’’مگر خوف ہی ایک شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔‘‘

حیوانات کو اگر خوف ہوگا تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔

> ’’مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے، پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے اور موت آئی تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتے۔اس کی وجہ صرف خوف ہے۔‘‘

ایک روزمرہ حقیقت ہے ہر انسان اسے دیکھتا ہے مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ جانور تو جانور ہے مگر اس کے باوجود اس کو اپنی جان پیاری ہے۔ اب اسے علم ہو کہ دانے کے ساتھ ایک خوف لگا ہوا ہے تو کبھی دانے پہ منہ نہیں مارے گا خواہ کیسی ہی بھوک ستائے۔

”پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے ہوتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں تو انسان جو عقلمند ہے اسے کس قدر خوف اور پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ امر بہت ہی بدیہی ہے کہ جس موقع پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اس موقع پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔“

اب ہم نے دیکھا ہے بہت لوگوں کو یورپ میں عادت ہے کہ وہ Speed Limit کی پابندی نہیں کر سکتے اور یہ ایک ایسا جرم ہے جو ایک عام دستور بن گیا ہے، اس جرم میں سب ہی شامل ہیں۔ کوئی بڈھا، کمزور جس کو تیز چلانے سے ڈر لگتا ہو وہ اس وجہ سے رکے گا۔ سپیڈ کی پابندی جو حکومت نے لگائی ہے اس وجہ سے نہیں رکتا۔ مگر سب تیز رفتار کاریں جارہی ہیں اور اچانک سب آہستہ ہونے لگ جاتی ہیں اور کچھ آگے جا کے پتا چلتا ہے کہ پولیس کی کار کھڑی تھی۔ دیکھو پولیس کے خوف سے ایک چھوٹا سا جرم جو روزمرہ زندگی کا حصہ بن چکا ہے اس سے بھی انسان پرہیز کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”جس موقع پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے اس موقع پہ وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا۔“

اس مضمون کو آگے بیماریوں کے تعلق میں بھی بیان فرماتے ہیں **”مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے“**۔ ایسا گاؤں جس میں طاعون پھیلا ہو۔ اس زمانے میں جب طاعون پھیلا ہوا تھا سوائے احمدیوں کے کوئی طاعون زدہ گاؤں میں جانے کی جرأت نہیں کیا کرتا تھا۔

”تو کوئی بھی جرأت کر کے نہیں جاتا حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیں تو بھی ترساں اور لرزاں جائے گا۔ (یعنی حکام نے مجبور کر دیا کہ تم نے ضرور جانا ہے تو کانپتا ہوا، اپنی جان کے خوف سے لرزتا ہوا وہاں پہنچے گا) اور دل پر یہ ڈر غالب ہوگا کہ کہیں مجھ کو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ مفوضہ

کام کو جلد پورے کر کے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو اس کے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جس قدر خدا تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہو گی اسی قدر خوف زیادہ ہو گا۔

؎ ہر کہ عارف تر است ترساں تر

ہر وہ شخص کہ عرفان رکھنے میں زیادہ ہے وہ خوف میں بھی زیادہ ہو گا۔‘‘

یہ پہلو ہے جس کے اوپر بہت غور کی ضرورت ہے اور اس مضمون کو سمجھنا لازم ہے کیونکہ آگے جا کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ انسان ادنیٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے جیسے پسو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ خدا جو قادر مطلق اور علیم و بصیر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اس قدر جرأت کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خوف الٰہی اور جانور اور بیماری کا خوف کیا یہ ایک ہی چیز ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خوف الٰہی کی مثال دیتے ہیں تو جانوروں کی مثال دے رہے ہیں، مچھروں کی مثال دے رہے ہیں، پسو کی مثال دے رہے ہیں، بلی اور دانہ کھانے والے پرندوں کی مثال دیتے ہیں تو کیا آپ اس سے یہ سمجھے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بھی ایسی ہی صفات ہیں جیسے بلی، بچھو، کیڑے مکوڑے اور ان سے خوف رکھنا اور خدا کا خوف رکھنا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟ اگر ہیں تو پھر ہمارا خدا کس قسم کا خدا ہے جو کبھی پسو کے طور پر دکھائی دے گا، کہیں بندروں کے طور پر، کہیں مچھروں کے طور پر۔ یہ وہ نکتہ ہے جسے میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ خوف الٰہی کی حقیقت یہاں سے کیا ظاہر ہو رہی ہے۔

حیرت کی بات ہے آپ سنیں تو شاید آپ کو تعجب ہو کہ امر واقعہ یہ ہے کہ ان جانوروں ہی میں اللہ کی معرفت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خدا کی وہ تقدیر ظاہر کر رہے ہیں جو قانون قدرت کے طور پر رائج ہے جسے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ایک مچھر کے یا پسو کے کاٹنے سے جو طبعی بدنتیجہ ظاہر ہو گا یہ قانون قدرت کی مطابقت میں ہے اور ہر قانون کے ساتھ خدا تعالیٰ نے کچھ مضرات لگا دیئے ہیں، کچھ فوائد رکھ دئے ہیں اور وہ قوانین جن کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ وہ نقصان دہ ہوں وہ کبھی بھی

نقصان پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے۔ وہاں خدا کا کلام ہے جو بول رہا ہے اور خدا کا خوف ان معنوں میں ہے کہ خدا تعالیٰ جب قانون جاری کر دیتا ہے کہ ایک چیز سے تمہیں نقصان ہوگا تو وہ قانون لازماً کام کرتا ہے اور وہ شخص جو سانپ کے منہ میں انگلی دے گا یا آگ میں ہاتھ ڈالے گا اگر آگ جلاتی ہے تو ذاتی فعل کی وجہ سے نہیں بلکہ خدا کے منشاء کے تابع جلاتی ہے۔ اگر سانپ ڈستا ہے تو خدا کے حکم کے تابع یعنی ان معنوں میں کہ اس کو ڈسنے کی جبلت عطا ہوئی ہے، اس کی خصلت میں ڈسنا رکھ دیا گیا ہے اور اس کی مجال نہیں ہے کہ اس سے انحراف کرے۔ پس قوانین قدرت سے خوف جب وہ بے رعایت اور بے دھڑک ہر نیک و بد پر اثر انداز ہوتے ہیں دراصل ان قوانین کو جاری کرنے والے کا خوف ہے اور ان قوانین سے ان قوانین کے بنانے والے یعنی خدا تعالیٰ کا رعب اور دبدبہ ثابت ہوتا ہے۔ اگر غور کریں تو آپ کو قانون قدرت کی یہی حکمت سمجھ آئے گی کہ خدا نے قانون قدرت کو دو طرح کی خاصیتیں بخشیں، ایک منفی اثرات اور ایک مثبت اثرات۔ اگر انسان قانون کی منفی طاقتوں کو نظر انداز کرے تو وہ لازماً اس کو سزا دیں گی۔ یہ قوانین خود کار مشینوں کی طرح چلتے ہیں اور سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت خاصہ ان کو عمل سے روک رکھے یہ اپنے عمل میں نیک و بد میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ ان غالب اور مقتدر قوانین کا خوف دراصل ان کا خوف نہیں ہے بلکہ وہ قانون جاری کرنے والے کا خوف ہے جس کے قانون کے تابع ایک چھوٹے سے چھوٹا ادنیٰ کیڑا بھی اسی طرح حرکت کرے گا جیسے بڑے سے بڑا جانور اور خوفناک سے خوفناک چیز یا زلزلے یا طوفان اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ یہ اثر دکھانا خدا کے منشاء کے تابع روزمرہ دکھائی دیتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو خوف کی مثال بتاتے ہوئے دکھا دیا ہے کہ خوف کیا چیز ہے۔ خوف تو خدا کا ہے مگر ظاہر ہوا اس کی تخلیق میں سے اور اس کی تخلیق کے صحیح استعمال کے ساتھ وہی چیز جو نقصان پہنچا سکتی ہے فائدہ بھی پہنچا دیتی ہے اور بڑے بڑے حکماء نے جو شریر سے شریر جانور ہیں ان کے فوائد بھی گنائے ہیں اور قانون قدرت میں ایک جاری فائدہ بھی وہ دے رہے ہیں اور انسان بھی جب چاہے ہر بد اثر رکھنے والی چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یہ مثبت چیز بھی خدا تعالیٰ ہی کے حکم کے تابع ہے اس سے وہ چیز گریز نہیں کر سکتی۔

یہ مطلب گناہوں سے توبہ کا کہ آپ فرماتے ہیں قانون قدرت جو روحانی ہے وہ بھی اسی طرح

پر قائم ہے تم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ خدا کے بنائے ہوئے ظاہری قانون سے تم بھاگ سکتے ہو اور جب بھاگتے ہو یعنی اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہو تو خوف الٰہی ہے گویا کہ جو تم پر طاری ہو جاتا ہے لیکن وہ مادی دنیا کا خوف ہے۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ قادر مطلق خدا روحانی دنیا کا بھی خدا ہے اور روحانی دنیا کو بھی اس نے اسی طرح قوانین کے تابع پیدا کیا ہے اور وہ قوانین اسی طرح لازماً اثر دکھاتے ہیں جس طرح دنیا کے مادی قوانین اور مادی نقصان دہ جانور، اگر آپ غلط استعمال کریں گے تو اپنا اثر دکھائیں گے۔

یہ خوف الٰہی کی حقیقت ہے جس سے اکثر دنیا ناواقف ہے۔ جانور سے ڈرتے ہیں، کتے سے ڈریں گے، بلی سے ڈریں گے، ہمارے ہاں کلاس میں ایک موٹا بچہ ہے وہ جانور کے نام سے ڈرتا ہے مگر خوف الٰہی کی وجہ سے نہیں۔ اس کے دل میں ایک خوف بیٹھ گیا ہے بس۔ مگر جانور کی یہ معرفت اس کو حاصل ہے کہ وہ نقصان بھی پہنچا سکتا ہے، اتنا پتا ہے اور جانور کے قریب تک نہیں پھٹکتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اگر گناہ کی ایسی ہی حقیقت ہو جیسے موٹے بچے کو حاصل ہے تو آپ بھی اسی طرح ڈریں گے اور کانپیں گے اور تھرتھرائیں گے اگر گناہ کا نام بھی لیا جائے مگر معرفت نہیں۔ پس خوف الٰہی کی حقیقت کو سمجھیں۔

انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا، گناہ ہٹ جائیں گے سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر سانپ کے منہ میں کیوں نہیں انسان ہاتھ ڈال دیتا، ایک خوفناک کتے کو کیوں نہیں بھڑکاتا کہ اس پر حملہ آور ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتا کہ خدا تعالیٰ معاف کر سکتا ہے معاف کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طبعی قانون کی طرف اشارہ کر کے خدا کے خوف کی حقیقت آپ کو سمجھا رہے ہیں کہ گناہ جب سرزد ہو وہ اسی وقت اپنا اثر دکھاتا ہے اور اس کے اثر کو آپ ٹال نہیں سکتے۔ جو بخشش کا مضمون ہے وہ بعد کا مضمون ہے۔ وہ آخرت میں جو اس کی سزائیں ملنی ہیں ان کے متعلق مضمون ہے اور اس دنیا میں بھی کسی حد تک یہ چلتا ہے۔ مگر یہ اسی طرح ہے جیسے آپ کو سانپ کے منہ میں انگلی ڈالنے سے نقصان تو پہنچ گیا ہو مگر ساتھ تریاق بھی مہیا ہو جائے، ساتھ شفا کا ذریعہ بھی میسر آ جائے۔ یہ ذریعہ جو ہے یہ بخشش ہے لیکن کون ہے جو روز سانپوں کے منہ میں انگلی دے کر مادی اطباء سے بخشش طلب کرتا رہے۔ کون ہے جو چوٹیں کھائے اور اپنا سر دیواروں سے پٹکائے اور پھر ڈاکٹر کے پاس بھاگا بھاگا جائے۔ یہ جو بعد میں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے یہ بخشش کا مضمون ہے یعنی گناہ کا بد اثر ایک دفعہ تو ضرور ہوگا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ گناہ سرزد ہو اور اس کا بد اثر ظاہر نہ ہو کیونکہ قانون قدرت میں

آپ نے یہی دیکھا ہے۔مچھر کاٹے ،بچھو کاٹے ،سانپ کو آپ موقع دیں کہ وہ آپ پر پھن پھیلائے ، ہر صورت میں آپ کو مادی قانون توڑنے سے ایک نقصان لازماً پہنچے گا۔اس نقصان سے بچنے کے لئے مغفرت ہے اور دنیا میں مغفرت طلب کرنے کا مطلب ہے اچھے طبیب کے پاس جائیں، اچھے ڈاکٹر کا دروازہ کھٹکھٹائیں لیکن بعض دفعہ تریاق عراق سے آتا ہے اور یہاں موجود ہی نہیں ہوتا اور جب تک عراق سے تریاق آئے سانپ کا ڈسا ہوا مر بھی جاتا ہے۔

اب اس دفعہ اردو کلاس میں ہمیں اس قسم کا بہت تجربہ ہوا۔کسی بچے کو کوئی بیماری ہوئی۔خدا تعالیٰ کا یہ فضل رہا ہے کہ کوئی بچہ بھی ایسا نہیں جس کو چوٹیں لگی ہوں ،نقصان پہنچا ہو اور اس کا ساتھ ساتھ ہومیو پیتھی کے ذریعے مغفرت کا سامان نہ کیا گیا ہو اور شدید بیماریوں میں مبتلا بچے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے فائدہ اٹھاتے رہے۔یہ محض خدا کا فضل تھا جو اس نے ہم پر نازل فرمایا۔مگر بعض بچوں کی دفعہ وہ کہتے تھے یہ دوائی نہیں ہے۔یہ انگلینڈ سے آئے گی،فلاں جگہ سے آئے گی،تب جا کے فائدہ ہوگا اور ان کو فوری ضرورت ہوتی تھی۔تو اس صورت میں پھر متبادل انتظام کا انسان کو علم ہونا چاہئے۔شفا کے بھی متبادل انتظامات ہیں، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک دوائی پر انحصار نہیں کیا۔یہ مضمون اس کی مغفرت کے حاوی ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔

گناہ کا صدمہ تو ہوا یا ظاہری طور پر قانون قدرت کی خلاف ورزی سے نقصان تو پہنچا مگر اس نقصان کو دور کرنے کے لئے محض ایک ذریعہ خدا نے نہیں رکھا بلکہ بہت ذرائع رکھ دیئے مگر نقصان پہنچنے کے بعد، اس کی تلافی کی خاطر۔تو اس لئے یہ یاد رکھیں کہ جب ہم کہتے ہیں مغفرت وسیع ہے تو ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مغفرت کے نتیجے میں قانون قدرت اثر چھوڑ دے گا۔مغفرت کی وسعت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو قانون خود بنا رکھے ہیں ان کی خلاف ورزی کرے اور کسی کی خاطر ان کو توڑ دے۔ ہرگز نہیں توڑتا۔ وہ لازم قانون ہے،سنت اللہ اسی کو کہتے ہیں۔تمام خدا کی تقدیر خواہ وہ ظاہری ہو یا روحانی ہو وہ سنت اللہ ہے جس نے لازماً کام کرنا ہے۔مگر پھر وہ بد اثرات کو مٹانے کے لئے چونکہ غفور رحیم بھی ہے وہ انسان پہ مہربان ہوتا ہے اور ان کے بدنتائج کو کم سے کم کرنے کے لئے اس کے بہت سے ذرائع مقرر ہیں۔ایک طب نہیں ہے جس سے فائدہ ضرور پہنچے۔دنیا میں بہت سے طب کے نسخے ہیں، بہت سی قسم کے اطباء مختلف طب کے طریقوں سے کام لیتے ہیں ان میں ہومیو پیتھی ایک ہے۔اگر چہ ہم اس پہ زور دیتے ہیں کہ اسی سے فائدہ اٹھاؤ مگر یہ بات جھوٹ ہے کہ اگر ہومیو پیتھی میسر

نہ آئے تو گویا مغفرت کا سامان نہیں ہوسکتا۔کوئی نہ کوئی علاج دوسرے طبی نظام میں ضرور مل جائے گا۔ ایک کی بجائے دوتین چار بعض دفعہ صدری نسخوں میں جو سینہ بہ سینہ چلے آتے ہیں آپ کو ایسا علاج مل جاتا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے روزمرہ کے دوسرے ذریعے کام نہیں آتے۔بعض دفعہ جب کچھ بھی میسر نہ ہوتو قانون قدرت میں مغفرت کا ایک اور قانون جاری ہو جاتا ہے اور وہ دعا ہے۔

دعا کے ذریعے، جب آپ علاج کی کوشش کریں اور میسر نہ آئے تو اللہ کی مغفرت مادی دنیا پہ بھی اسی طرح غالب ہے جس طرح روحانی دنیا پہ غالب ہے اور وہاں آخری صورت دعا کی چلتی ہے۔چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے اس سفر میں بھی مجھے تجربہ ہوا کہ بعض بچوں کے لئے کوئی صورت ظاہری دکھائی نہیں دیتی تھی لیکن جب دعا پہ توجہ دی گئی تو اچانک وہ ہنستے کھیلتے، ٹھیک ہوتے ہوئے دکھائی دیئے اور ان کو بھی نہیں پتا کہ کیا بات کام کر گئی ہے۔قانون قدرت کے مطابق روحانی زندگی کو دیکھیں۔انہی قوانین کے تابع اگر کوئی زہریلا جانور انسان کو اس کی بے احتیاطی کی وجہ سے ڈستا ہے تو بلاتر دد اسے اپنی غلطی اور اس کے بدنتیجہ کا احساس ہو جاتا ہے لیکن گناہوں کا معاملہ اس سے کچھ مختلف ہے، ہر بار جب گناہ انسان کو ڈستا ہے تو اس کا فوری زہریلا اثر ہر انسان شناخت نہیں کرسکتا۔مگر یہ جلد یا بدیر ضرور ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ بڑا خطرہ ہے جو انسان کو مسلسل روحانی طور پر نقصان پہنچا تا رہتا ہے۔ایسے گناہ جو گناہ کرنے والا فوراً شناخت نہ کر سکے وہ اثر تو دکھاتے رہتے ہیں مگر ان کی تکلیف فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتی۔اس کے نقصانات میں سے ایک تو یہ ہے کہ گنا ہگار رفتہ رفتہ بدی میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور گناہ اسے مسخ کرتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی کو معلوم نہ ہو کہ وہ کوڑھ کا مریض ہے مگر اس کے علم سے بے نیاز کوڑھ اس کے سارے بدن پر اثر انداز ہوتی چلی جائے گی۔اس غفلت کا ایک طبعی نقصان یہ ہے کہ جب انسان اپنے مرض کو پہچان ہی نہ سکے تو اس کے علاج کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔یہی حال گناہوں کا ہے ان کی شناخت نہ ہونے کی وجہ سے علاج یعنی استغفار کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔مغفرت کی جستجو اور طلب میں غفلت ہو جاتی ہے۔یہ تمام مضمون خوف الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔اس کے ساتھ خدا کی مغفرت، اس کی بخشش اِس دنیا میں یا اُس دنیا میں نجات پانا اس سارے مضمون کی آخری تان دعا پہ ٹوٹے گی۔جب انسان بے قرار ہو جائے اور اس کی کچھ پیش نہ جائے، یہ وہ دعا ہے جسے قرآن کریم مضطر کی دعا کہتا ہے۔وہ خدا جو عام حالات میں خدا سے روگردان

انسان کی بھی کسی نہ کسی رنگ میں مغفرت فرماتا ہے لیکن اکثر اوقات انسان اس طرف توجہ نہیں دیتا یہاں تک کہ گناہوں میں ڈوب جاتا ہے لیکن جب اس کے لئے کوئی راہ نہیں رہتی، کوئی پیش نہیں جاتی بعض دفعہ اچانک گناہوں کے بداثرات میں اس طرح گھر جاتا ہے کہ اس کے پاس علاج کوئی نہیں لیکن ایسے حالات میں وہ خدا کو پکارتا ہے اور یہاں توحید باری تعالیٰ ایک اور جلوہ دکھاتی ہے۔ خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جو اس کی مدد کر سکے صرف خدا پہ سہارا ہو جاتا ہے اس کو توحید خالص کہتے ہیں اور توحید خالص کا جلوہ دعا کے ذریعے دکھایا جاتا ہے۔

دعا کا توحید کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اگر دعا نہ ہو تو توحید کا آپ کو کچھ بھی علم نہیں ہوسکتا۔ توحید کو خدا نے بندوں کے ساتھ اور ذریعوں کے علاوہ دعا کے ذریعے مضبوطی سے باندھا ہے۔ پس جب آپ دعا کریں گے تو مغفرت کے سامان اور گناہوں سے بچنے کے لئے ایک اور ذریعہ ہاتھ آجائے گا لیکن وہ دعا جو مضطر کی دعا ہو۔ مضطر اکثر انسان دنیا میں ہوتا ہے جب کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے جب کوئی صورت نہیں رہتی، جب بیمار موت سے باتیں کر رہا ہے اس کے بچنے کے کوئی سامان نہیں اس موقع پر ہم نے ہمیشہ انسان کو مضطر دیکھا ہے لیکن اسی مضمون کو اپنی روحانی زندگی پہ چلا کے دیکھیں۔ کیا کبھی آپ روحانی لحاظ سے بھی مضطر ہوئے ہیں؟ اگر نہیں تو وہ دعا پھر کون سنے گا جس میں روزمرہ آپ نے خدا سے روگردانی کی ہو اور اس کی طرف توجہ کا خیال بھی پیدا نہ ہوا ہو۔ پس وہ خدا جو مضطر کی دعا سنتا ہے وہ خدا آپ پر اس جلال کے ذریعے ظاہر ہونا چاہئے جو آپ کو مضطر کر دے۔

بعض دفعہ انسان کو گناہ کی حقیقت میں اضطرار اس وقت پیدا ہوتا ہے جب گناہ کا ایک ایسا نتیجہ نکلنے والا ہو جو دنیا کو دکھائی دے دے۔ جب تک وہ دکھائی نہ دے ان کے اندر اضطرار نہیں پیدا ہوتا۔ بعض ایسے لوگ ہیں جو ایڈز کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب ان کا نام لینا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مگر میں جانتا ہوں مجھے خط لکھنے میں وہ ظاہر کر دیتے ہیں۔ جب تک ایڈز اپنا اثر دکھا کر ان کو ننگا نہ کر دے اس وقت تک ان کے دل میں اضطرار نہیں پیدا ہوتا۔ جب یہ پتا چل جائے کہ سارے ماحول کو اب پتا چلے گا کہ یہ کس بیماری سے مرا ہے تو اس وقت جان نکلنے لگتی ہے اور اس وقت اضطرار پیدا ہوتا ہے۔

میں جو آپ کو بات سمجھا رہا ہوں یہ اس وقت کی بات نہیں سمجھا رہا۔ یہ مضطر ایسا ہی مضطر ہے جس کی کشتی طوفان میں پھنس جائے۔ **مگر جو گناہوں سے بچنے کا طریق ہے وہ امن کی حالت میں**

اضطرار کا پیدا ہونا ہے۔ ابھی گناہوں نے آپ کا گھیرا نہیں ڈالا، ابھی آپ بچ نکل بھی سکتے ہیں مگر بار بار گناہوں کی طرف مائل ہونے کی بیماری کا آپ کو احساس ہے اور خیال ہوتا ہے کہ ہم پھر دوبارہ انہی گناہوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خیال ہے جو بڑھتا بڑھتا آپ کو مضطر کر سکتا ہے اور اگر اس خیال سے آپ مضطر ہو جائیں کہ ہم نہیں چاہتے اور یقیناً نہیں چاہتے کہ بار بار خدا تعالیٰ کی نافرمانی کریں مگر طبعاً دوبارہ اسی طرف جھکتے ہیں اور دوبارہ انہی گناہوں کا شکار ہو جاتے ہیں تو پھر یاد رکھیں کہ آپ کے اندر سے ایک مضطر اٹھ کھڑا ہوگا اور اس کی دعا ضرور سنی جائے گی۔

ایسے مضطر کی بھی خدا دعا سنتا ہے جو اضطرار کی کیفیت دور ہونے کے بعد پھر انہی چیزوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کشتی میں سفر کر رہے ہیں اچھی اچھی پیاری پیاری ہوائیں چل رہی ہیں اچانک ہوا میں ہیجان پیدا ہو گیا، ایک طوفان بن گیا اور خدا کے سوا کوئی نہیں جو اس کشتی والے کو بچا سکے وہ مضطر کی دعا ہے جو سنی جاتی ہے باوجود اس علم کے کہ جب انسان خشکی میں امن کی حالت میں پہنچے گا پھر وہی کام شروع کر دے گا۔ وہ خدا جو ایسے مضطر کی دعا بھی سن لیتا ہے جو اس کے اپنے خوف کی وجہ سے یعنی پیدا کردہ چیزوں کے خوف کی وجہ سے نہیں، اس کے اپنے خوف کی وجہ سے یہ جانتے ہوئے کہ وہ مالک ہے، یہ جانتے ہوئے کہ گناہوں میں بار بار ملوث ہونا اس کے غیظ کو بھڑکا سکتا ہے جو اس کی وجہ سے مضطر ہو کے دعا کرے اس کی دعا ضرور سنی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے حالات بدلنے کے اوپر قدرت رکھتا ہے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کو رفتہ رفتہ گناہوں سے نفرت ہو جائے اور ان سے دل اٹھ جائے اور جب گناہوں سے نفرت ہو جائے اور دل اٹھ جائے تو جیسے کیڑیاں اس میٹھے کو چھوڑ دیں گی جو مٹھاس نہ رکھتا ہو۔ ظاہری طور پر میٹھا ہو لیکن Coating مثلاً ایسی ہو کہ اس مٹھاس کا اثر نہ پہنچ سکے تو کیڑیاں اس سے نہیں چمٹیں گی۔ اسی طرح آپ کے گناہ، جب یہ اضطرار پیدا ہوا اور اس کے نتیجے میں دعا کریں تو دعا آپ کے اندر تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ گناہوں نے تو کھینچنا ہے جب تک وہ اپنی ایک لذت رکھتے ہیں مگر خدا تعالیٰ گناہوں کی لذات سے آپ کو نجات بخش سکتا ہے۔ یہ وہ اضطرار کا مضمون ہے جسے ہر احمدی کو دلنشیں کر لینا چاہئے۔

خوفِ خدا کا معنی اس طرح سمجھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ جانوروں میں کیا ضرر ہے اس سے کیسے بچا جاتا ہے۔ نہ بچیں تو پھر مغفرت کیا معنی رکھتی ہے۔ اسی مضمون کو روحانی نظام میں جاری

کر دیں تو آپ کو بالکل صاف دکھائی دے گا کہ یہ خوف الٰہی کس چیز کا نام ہے۔ **خوف الٰہی غالب قانون قدرت کا نام ہے۔ خوف الٰہی غالب قوانین مذہب کا نام ہے۔** ان قوانین نے لازماً اثر دکھانا ہے جب تک یہ یقین دل میں نہ بھر جائے کہ یہ قوانین اثر دکھائے بغیر نہیں رہیں گے یہ ایک لازمہ ہے ایک ایسی سنت اللہ ہے جس سے انسان لاکھ سر ٹکرائے اس سنت کو شکست نہیں دے سکتا تو وہ جان لے گا کہ خوف الٰہی کیا ہے۔ قدرت الٰہی کا دوسرا نام خوف الٰہی ہے، اس کو پہچاننے کا، اس کے عرفان کا دوسرا نام خوف الٰہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ”۔۔۔ بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے رہو۔“ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ: 95، 96)

یہ دو چیزیں لازماً ضروری ہیں۔ دنیا میں بھی اگر آپ جنگل کا سفر کریں تو کوشش تو کرتے ہیں کہ ہر مہلک جانور سے بچ کے چلیں۔ کانٹوں سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تدبیر ہے۔ مگر بسا اوقات تدبیر کام نہیں کرتی اور اس وقت دعا کام آتی ہے۔ اگر تدبیر پوری طرح اختیار کریں گے تو پھر دعا کام کرے گی۔ بہت سے ایسے تجارب ہیں اور احمدیوں کو بکثرت ہوئے ہیں یعنی عام احمدی کثرت کے ساتھ گواہ ہیں اس بات کے کہ جب انہوں نے تدبیر کا دامن نہیں چھوڑا، اسے اختیار کیا تو وہ خطرناک حادثات جو تدبیر پر غالب آجاتے ہیں انہوں نے ان کو نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ دعا ایک غالب تقدیر کا نام ہے جو ہر تدبیر کی مدد بھی کر سکتی ہے، ہر تدبیر پر مخالفانہ طور پر غالب بھی آسکتی ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گناہوں سے بچنے کے لئے تدبیر کا طریقہ

سکھایا ہے اس طرف اکثر نوجوانوں اور بچوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ گناہوں کو ابھارنے کے لئے اکثر بدمجالس غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اکثر سکول میں اگر بچے بدنصیبی سے برے بچوں کی مجلس میں شامل ہو جائیں تو ان کی باتیں، ان کے تذکرے کہ ہم نے یوں کیا، اس طرح مزہ آیا، فلاں کی اس طرح چوری کی، فلاں ڈرگ میں اس طرح ملوث ہوئے اور بڑا مزہ آتا ہے۔ ایک دفعہ ڈرگ والا سگریٹ پی لو تو تم کہیں سے کہیں پہنچ جاؤ گے، یہ ساری باتیں ان بچوں کی ہیں جو بداثر ڈالنے والے بچے ہیں۔ ان کی مجلس میں اگر کوئی احمدی بچہ جائے گا یا احمدی بچی بیٹھے گی تو آپ کا فرض ہے کہ تدبیر اختیار کرتے ہوئے ان کو وہاں سے روکنے کی کوشش کریں کیونکہ بعض دفعہ براہ راست ڈسنا اپنی ذات میں ممکن نہیں جب تک ماحول میسر نہ آئے۔

پس ایسے بچوں کو آپ جنگل میں تو چھوڑ دیتے ہیں، ان کو ماحول میسر آتا ہے جس میں سانپ ڈسیں، بچھو کاٹیں، جانور حملہ آور ہوں اور آپ اس وجہ سے بے خوف ہوتے ہیں کہ ان کو کچھ نہیں ہوگا ہم نے ان کی تربیت کی ہوئی ہے۔ یہ غلط بات ہے۔ اس موقع پر تدبیر ضروری ہے اور یورپ کے بچوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ ماؤں اور باپوں کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ گہری نظر سے ان کے حالات کا جائزہ لیا کریں۔ ان کے چہرے، ان کا اٹھنا بیٹھنا دیکھیں اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ماں باپ اگر شناخت کرنا چاہیں تو اپنے بچوں کی علامات کو شناخت نہ کرسکیں۔ وہ جس مجلس میں اٹھتے بیٹھتے ہیں اس جیسی ادائیں اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بچہ ان باتوں کو چھپا ہی نہیں سکتا۔ وہ جن ایکٹروں سے متاثر ہوں گے ان ایکٹروں جیسے کپڑے پہننے لگ جائیں گے۔ اگر ان کا ہیرو چھاتی کے بٹن کھول کر رکھتا ہے تو وہ چھاتی کے بٹن کھول کے رکھیں گے تو کیا آپ کو ان کی ننگی چھاتی دکھائی نہیں دیتی۔ کانوں میں بندے ڈالتے ہیں یا بالوں کی گُت بڑھا لیتے ہیں تو کیا آپ کو دکھائی نہیں دیتا۔ اگر سر منڈا کے چلتے ہیں تو کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ انہوں نے کیوں سر منڈایا ہے یہ علامات وہ ہیں جو بالکل ظاہر و باہر ہیں اور نشاندہی کر رہی ہیں ایک جنگل کی جس میں وہ سفر کر رہے ہیں۔ بدماحول سے وہ متاثر ہو چکے ہیں اور ان کا بدماحول ان کو اس قسم کی حرکتوں پر آمادہ کر رہا ہے۔ جب تک وہ پڑھائی کرتے ہیں آپ سمجھتے ہیں ان کا کوئی نقصان نہیں۔ جب تک آنکھوں کے سامنے برائی نہ کریں آپ سمجھتے ہیں کوئی برائی ان میں نہیں صرف کپڑے ہی ہیں نا۔ یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

آپ کہہ سکتے ہیں صرف جنگل میں ہی گئے ہیں نا۔ کون سا سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈالا ہے لیکن جب جنگل میں جائیں گے تو سانپ ان کی انگلیوں پہ پڑے گا اس کے منہ میں ہاتھ ڈالنا ضروری نہیں ہے۔ سانپ پاؤں اور پنڈلیوں پہ کاٹے گا، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ پاؤں اور پنڈلیاں اس کی طرف بڑھائی جائیں۔ تو ایک دفعہ اس جنگل میں سفر شروع ہو جائے تو پھر اس جنگل کے بد اثرات ضرور ہوں گے۔ یہ مضمون ہے جس کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تدبیر کہتے ہیں۔ تدبیر کے ذریعے کوشش کریں لازماً ہر بچے کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ ہر نوجوان لڑکے اور لڑکی کی طرف توجہ دینی ہوگی، ان کے بالوں کے سٹائل کو دیکھنا ہوگا، ان کا دوپٹے سے گھبرانا آپ کو دکھائی دینا چاہئے کہ وہ گت اٹھا کر اور دوپٹہ ہٹا کر چلنا چاہتی ہیں۔ کوئی ان کو کہے کہ دیکھو تمہاری بچی کو کچھ ہو رہا ہے وہ کہیں گے تم جاؤ اپنے بچوں کی فکر کرو تمہیں کیا ہماری بچی سے، بالکل ٹھیک ہے نیک ہے، نماز پڑھتی ہے۔ نماز تو پڑھتی ہے مگر کسی جھاڑی میں نماز پڑھے اور وہاں سانپ اور بچھو چھپے ہوئے ہوں تو وہ نمازی کو بھی نہیں چھوڑیں گے، اس کو بھی ضرور ڈس جائیں گے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصائح میں یہ ساری باتیں مخفی ہیں یعنی غفلت کی آنکھوں سے پڑھنے والوں کے لئے مخفی ہیں۔ مگر اگر بیدار آنکھوں سے دیکھیں تو آپؑ کی تحریرات میں گناہوں سے بچنے کے لئے بے شمار ایسی تدابیر پیش فرما دی گئی ہیں جن پر غور کریں، پھر مغفرت کی طرف متوجہ ہوں، خدا تعالیٰ کی حقیقت کو سمجھیں، اس کے عرفان سے اس کا خوف معلوم کریں نہ کہ خوف ہی کو جو جانور کا خوف ہے خدا تعالیٰ کا خوف قرار دیدیں۔ ان سب امور کی طرف اگر آپ اور آپ کی وساطت سے میں تمام دنیا کی جماعتوں سے مخاطب ہوں اگر وہ اس تحریر کے مضمون کو سمجھیں اور اس پر غور کریں اور ہر قسم کی تدابیر اختیار کریں تو یہ ملک آپ پر غالب نہیں آ سکتا۔ کوئی ملک بھی آپ پر غالب نہیں آ سکتا۔ کوئی غیر اسلامی معاشرہ آپ کے حالات تبدیل نہیں کر سکتا۔ پھر آپ تبدیل کرنے والے ہوں گے، آپ کے ذریعے قوموں کے حالات بدل جائیں گے اور آج ہمیں ایسے احمدیوں کی ضرورت ہے جو زمانے کی روش بدل دیں، زمانے کے حالات کو تبدیل کر دیں، موت سے زندگی نکال کر دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین